قسط (۱۴)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظم دینیات - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

بعض مسلمانوں کی کھیتی جلانے کا حکم دیا

(۳۸) حضرت عمرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت بعض مسلمانوں کی کھیتی جلانے کا حکم دیا:

ان المسلمین زرعوا بالشام فبلغ عمر بن الخطاب فامر باحراقہ ۱؎ — مسلمانوں نے "شام" میں کھیتی کی جب یہ خبر عمرؓ کو پہونچی تو اس کے جلانے کا حکم دیدیا۔

یہ روایت مرسل ہے اس میں "اسد" راوی ضعیف ہے ممکن ہے یہ حکم اس وقت دیا ہو جبکہ ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر کے مسلمانوں کو کھیتی باڑی کرنے سے روک دیا تھا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

اس قسم کے ہر اقدام اور سیاستِ شرعیہ کے ہر فیصلہ کے لئے قرآن و سنت سے دلیل کی ضرورت نہیں ہے بس اس قدر کافی ہے کہ مصلحتِ عامہ سے اس کا تعلق ہو۔ اور اصولِ کلیہ پر زد نہ پڑتی ہو۔

ان السیاسۃ فعل یفعلہ الحاکم لمصلحۃ یراھا وان لم یرد بذلک الفعل دلیل خبری ۲؎ — سیاست وہ فعل ہے جس کو حاکم مصلحت کے پیشِ نظر مناسب سمجھ کر کرتا ہے اگرچہ اس فعل کی کوئی دلیل نہ مروی ہو۔

۱؎ المحلی ج۸ احکام المزارعۃ والمساقات ص۲۲ ۲؎ جامع التعزیر الحاکم فی السیاسۃ ص۱۰۱

جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی تھی اس کو کاٹنے کا حکم دیا

(۳۹) حضرت عمرؓ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں بیعت لی تھی:

امر عمرؓ بن الخطاب بقطع الشجرة التی	حضرت عمرؓ کے حکم سے وہ درخت کاٹ دیا گیا
بویع تحتها النبی صلی اللہ علیہ وسلم	جس کے نیچے لوگوں نے رسول اللہؐ سے بیعت کی تھی
فقطعها لانهم کانوا یذهبون یصلون	کیونکہ لوگ جا کر اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے
تحتها فخاف علیهم الفتنة۔ [1]	جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو گیا تھا۔

آثار و مظاہر سے محبت طبعی امر ہے جس کی رعایت ضروری ہے اور کبھی اس قدر عقلی بن جاتی ہے کہ ہر ہوشمند اس کے ذریعہ دینی کاز کو تقویت پہونچاتا ہے، لیکن عام حالت میں یہ محبت اگر اس حد تک تجاوز کر جائے کہ شرعی احکام کے مراتب نہ قائم رہ سکیں یا سیاسی بازیگر اس سے کھیلنا شروع کر دیں تو دینی لحاظ سے مستقل فتنہ بن کر ہلاکت و بربادی کا پیغام ثابت ہوتی ہے چنانچہ عمرؓ کا قول ہے:

انما هلك من کان قبلکم بهذا یتبعون	تم سے پہلے لوگ اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے انبیاء
آثار انبیائهم فاتخذوها کنائس	کے آثار کی اتباع کرتے تھے پھر ان کو عبادت خانے
وبیعا [2]	بنا لئے۔

فتنۂ ارتداد کا زمانہ ختم ہو چکا تھا جس میں "سندان عشق" کی نمود ضروری تھی اور ابوبکرؓ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ "اگر رسی کی زکوٰۃ بھی رسول اللہؐ کو دیتے تھے اور مجھے نہ دیں گے تو میں جہاد کروں گا" اب "جام شریعت" کی حفاظت کا زمانہ تھا جس میں "جام و سندان باختن" کا مظاہرہ ناگزیر تھا۔ اور عمرؓ درخت کو کاٹ دینے میں حق بجانب تھے۔ کہاں معمولی رسی کی زکوٰۃ نہ دینے پر جہاد کا اعلان اور کہاں ذات اقدسؐ سے مشرف درخت کے نیچے نماز پڑھنے پر ہلاکت و بربادی کا پیغام؟

اس قسم کے واقعات سے جس طرح حالات و زمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ "ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن"

---

[1] الاعتصام للشاطبی ج۲ فصل قد یکون اصل العمل مشروعا ص۹۳۔ [2] ایضاً۔

دفاتر قائم کرکے لوگوں کے وظیفے مقرر کئے

(۴۰) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت دفاتر قائم کئے اور لوگوں کے وظیفے مقرر کئے۔ خالد بن ولید نے تجویز پیش کی؛

قد کنت بالشام فرایت ملوکها دوّنوا	میں نے شام میں بادشاہوں کو دیوان مرتب کرتے
دیوانا وجندوا جنودًا۔[1]	اور فوج بھرتی کرتے دیکھا ہے۔

ابوسفیان نے یہ اعتراض کیا:

ادیوان مثل دیوان بنی الاصفر انك	کہ کیا آپ رومیوں جیسے دفاتر قائم کریں گے؟ اس
ان فرضت للناس اتکلوا علی الدیوان	کے بعد لوگ اپنے اپنے وظیفوں پر تکیہ کرلیں گے
وترکوا التجارة فقال عمر لابد من هذا	اور تجارۃ چھوڑدیں گے، عمر نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ
فقد کثر فیٔ المسلمین[2]	نہیں ہے کیوں کہ مسلمانوں کے "فے" کا مال کثیر ہوگیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ "دیوان" فارسی زبان میں شیاطین کا نام ہے

والدیوان بالفارسیة اسم للشیاطین[3]

اور بعض نے دیوان کو "دیوانہ" کا مخفف کہا ہے۔[4]

دفاتر قائم کرکے وظیفہ مقرر کرنے میں دو دشواریاں تھیں (۱) رومیوں سے مشابہت اور (۲) خودکار ذریعۂ معاش سے بے رغبتی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حالت وضرورت کی رعایت سے اس کو ناگزیر سمجھا اور لوگوں کو دفتری نظام میں جکڑ کر بڑی حد تک ان کی آزادی سلب کرلی جیسا کہ پہلے گزرچکا ہے کہ ایک عام قانون جاری کرکے مسلمانوں کو کھیتی باڑی سے روک دیا تھا۔ اور شام میں کچھ لوگوں کی کھیتی بھی جلاڈالی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس نظام کو یہاں تک ترقی دی کہ "العوالی" کے حکام سے وہاں کے لوگوں کی فہرست طلب کی اور ان کے وظیفے مقرر کئے۔ نیز نومولود شیر خوار بچوں کا وظیفہ دودھ چھڑانے کے بعد سے مقرر کیا لیکن جب دیکھا کہ مائیں وظیفہ کی وجہ سے دودھ چھڑانے میں جلدی کررہی ہیں تو پیدا ہونے کے بعد ہی سے وظیفہ کا حکم دیدیا۔[5]

---

[1] الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلیٰ فصل فی وضع الدیوان ص۲۲۱ — [2] فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافۃ عمر ص۴۶۳

[3] الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلیٰ وضع الدیوان ص۲۲۱ — [4] الاحکام السلطانیہ للماوردی وضع الدیوان۔ [5] فتوح البلدان ذکر العطاء۔

شخصی آزادی اور انفرادی ملکیت دو بڑے "بت" ہیں جن کی مدد سے ایک طبقہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر عیش کرتا ہے اور دوسرا طبقہ محنت ومشقت کے باوجود نانِ جویں کا محتاج رہتا ہے۔

بد قسمتی سے ذرائع پیداوار کی تنظیم میں ان دونوں "بتوں" کو مذہب کا سرٹیفکٹ حاصل ہو گیا ہے۔ جس کی بناء پر سرمایہ داروں کو مزید تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ جب کبھی حالت وضرورت کی بناء پر اجتماعی کاشت وتنظیم کا ذکر آتا ہے تو فوراً یہ کہہ کر مخالفت شروع کر دی جاتی ہے کہ اس میں لامذہبیت سرایت کی ہوئی ہے جو باہر سے برآمد کی گئی ہے گویا اسلام نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی نہیں کی اور تنظیم وتقسیم میں حالت وضرورت کا کوئی لحاظ نہیں کیا ہے حالانکہ قاضی ابو یوسف ہارون الرشیدؒ سے کہتے ہیں:

وکل ما رأیت ان اللہ تعالیٰ یصلح به امر الرعیة فافعله ولا تؤخره فانی ارجو ان یکون ذلك موسعا علیه[1]	جس "اقدام" میں آپ سمجھیں کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رعایا کے امور کی اصلاح کرے گا اس میں تاخیر نہ کیجئے مجھے امید ہے کہ اس میں وسعت ہے۔

بس اس قدر کافی ہے کہ وہ "اقدام" مصلحت پر مبنی اور مقاصدِ شرع سے ہم آہنگ ہو نیز کسی اصل و دلیل کے منافی نہ ہو:

الملاءمة لمقاصد الشرع بحیث لا تنافی اصلا من اصوله ولا دلیلا من دلائله[2]	مصلحت مقاصدِ شرع کے مناسب ہو اور کسی اصل ودلیل کے منافی نہ ہو۔

عدل وتوازن برقرار رکھنے اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے مالداروں پر طرح طرح کے ٹیکس لگانے کی اجازت ہے[3] غلہ اور پھل وغیرہ سے اتنی مقدار وصول کرنے کی اجازت ہے کہ کوئی محروم اور متوحش نہ ہونے پائے[4]

کیلا یؤدی تخصیص الناس الی ایحاش القلوب[5]	تاکہ پھل وغیرہ میں لوگوں کی تخصیص قلوب کے متوحش بنانے تک نہ پہونچ جائے۔

حالانکہ پہلے لوگوں سے یہ سب صراحۃً منقول نہیں ہے:

---

[1] کتاب الخراج لابی یوسف فصل ومسالت من ای وجہ تجری الخ ص ۱۱۱ [2] الاعتصام للشاطبی ج۲ الفرق بین البدع والمصالح ص ۳۰۷
[3] ایضاً ص ۲۹۶۔ [4] ایضاً [5] ایضاً۔

وانما لم ینقل مثل هذا من الاولین	چونکہ پہلے سرکاری خزانہ میں زیادہ مال تھا اس لئے
لاتساع مال بیت المال فی زمانهم	یہ سب اوّلین سے منقول نہیں ہے بخلاف
بخلاف زماننا فان القضیة فیه احری[1]	ہمارے زمانے کہ معاملہ اس میں زیادہ وسیع ہے۔

جب شخصی آزادی و ملکیت پر اس قدر تصرفات ثابت ہیں تو اگر موجودہ دور میں اجتماعی کاشت و تنظیم سے لوگوں کی محرومی اور وحشت دور ہوتی ہے تو شریعت میں کیوں کر اس کی اجازت نہ ہوگی ؟ اور اجازت میں حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ لامذہبیت کیسے سرایت کر جائے گی ؟

دشواری اس لئے پیش آتی ہے کہ قدیم تنظیم کو مذہب سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ اصل وہ تعلیمات ہیں جو اس کے اندر حلول کی ہوتی ہیں جس طرح " قدیم " کو ان کے ذریعہ مذہبی بنایا گیا تھا اسی طرح "جدید" کو ہر دور میں انکے ذریعے مذہبی بنانے کی ضرورت ہے۔

اگر " جدید" کا صراحۃً ذکر نہیں ہے (اور ہونا بھی نہ چاہئے) تو اس سے اسلام کی جامعیت پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ تنگ دل و تنگ نظر بننے کا کوئی موقع نکلتا ہے۔ خود صحابۂ کرامؓ کو ایسے موقعے پر صراحت کی تلاش ہوئی ہے اور نہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے بلکہ انھوں نے استدلال و استنباط کو رہبر بنا کر توسیعی پروگرام کو جاری رکھا ہے:

فانا نعلم ان الصحابة رضی الله عنهم	ہم جانتے ہیں کہ ان واقعات و حادثات میں جن میں
حصروا نظرهم فی الوقائع التی لانص	صراحۃً نص نہیں ہے صحابۂ کرامؓ نے اپنی نظر کو
فیها فی الاستنباط والرد الی ما فهموه	استنباط اور اصول ثابتہ سے جو کچھ سمجھا تھا اس کی
من الاصول الثابتة[2]	طرف لوٹانے میں منحصر رکھا۔

جو حضرات اخلاق و عبادات کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام پر قائم رکھنے کی کوشش میں مصروف ہیں وہ اپنے انداز سے ایک کام کر رہے ہیں، لیکن جو لوگ اسلام کو نظامِ حیات کی شکل دینے اور نشاۃ ثانیہ کی نوک پلک

---

[1] الاعتصام للشاطبی ج۲ الفرق بین البدع والمصالح ص۳۰۷۔ [2] الاعتصام للشاطبی ج۲ الفرق بین البدع والمصالح ص۳۳۷ فصل فاذا تقرر هذا فلنرجع الخ

درست کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں ان کو بہرصورت حالات کی نبض پر انگلی رکھنے اور زمانہ کا تیور پہچانے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں نے مذہب کی رہنمائی میں حالات و زمانہ سے بے اعتنائی برتی اور زکوٰۃ و صدقات کے تفصیلی احکام بیان کرکے اسلام کے معاشی نظام سے فارغ ہوگئے تو ملت کو سخت قسم کی کشمکش سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے اصل ذمہ دار یہ لوگ قرار پائیں گے۔

خراج کا نظم قائم کیا (۱۴) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت "خراج" کا نظم قائم کیا حالانکہ اس سے پہلے ثبوت نہیں ملتا ہے۔ خراج کے نظم میں زیادہ استفادہ رومی و ایرانی دنیا سے کیا گیا تھا جیسا کہ علامہ ماوردیؒ کہتے ہیں:

وکان السواد فی اوّل ایام الفرس جاریا	سواد عراق میں ایرانی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں
علی المقاسمۃ الی ان مسحہ ووضع	پیداوار کی بٹائی کا طریقہ رائج تھا قباد بن فیروز نے زمین
الخراج علیہ قباد بن فیروز۔[1]	کی پیمائش کرا کے اس پر لگان مقرر کیا۔

اسی طرح شام میں ایک قدیم یونانی بادشاہ کا قانون نافذ تھا جس نے پیداوار کے لحاظ سے زمین کے مختلف مدارج قائم کر رکھے تھے اور اسی لحاظ سے مختلف قسم کی شرح لگان مقرر کر رکھی تھی۔[2]

نیز مصر میں رومیوں کا قانون لگان نافذ تھا اور لگان کے علاوہ غلّہ کی ایک کثیر مقدار پایۂ تخت کے لئے وصول کی جاتی تھی۔[3]

حضرت عمرؓ نے خراج کو باقی رکھا اور ظلم و ستم کے طریقوں اور کاشتکاروں کے ساتھ زیادتی پر مبنی قوانین و ضوابط کو ختم کر دیا۔[4]

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر مذہب قدیم تنظیم کا نام ہوتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیکسوں کے بارے میں ایک بات طے فرما دیتے اور خراج کا نظم قائم کرنے میں رومیوں اور ایرانیوں سے استفادہ کی ضرورت نہ ہوتی۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ للماوردی ص۱۴۲۔ [2] الفاروق ج۲ شام۔ [3] کتاب الخطط للمقریزی ص۱۲۱

[4] تفصیل کے لئے راقم کی کتاب اسلام کا نیا نظام ملاحظہ ہو۔

نہ صرف خراج کو باقی رکھا بلکہ سہولتِ کار اور باشندوں کی رعایت سے دفاتر کی زبان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

ولم یزل دیوان الشام بالرومیة	شام کا دفتر ہمیشہ رومی زبان میں رہا یہاں تک کہ
حتی ولی عبد الملک [1]	عبد الملک خلیفہ ہوئے۔
لم یزل دیوان خراج السواد وسائر العراق	سواد اور پورے عراق کے خراج کا دفتر
بالفارسیة فلما ولی الحجاج [2]	فارسی زبان میں حجاج کے زمانہ تک رہا۔

اور سابق افسران کو بھی بڑی حد تک بحال رکھا[3]

ایک کے قتل میں جماعت کے قتل کا حکم دیا (۴۲) حضرت عمرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت شخصِ واحد کے قتل میں شریک جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا حالانکہ یہ نص سے ثابت نہیں ہے۔

علامہ شاطبیؒ کہتے ہیں:

یجوز قتل الجماعة بالواحد والمستند	ایک کے بدلہ جماعت کا قتل کرنا جائز ہے اور
فیه المصلحة المرسلة اذ لا نص علی	مستند اس میں مصلحت مرسلہ ہے کیونکہ اس مسئلہ
عین المسألة لکنه منقول عن عمر	میں کوئی نص ہے لیکن حضرت عمرؓ سے یہ منقول
بن الخطاب [4]	ہے۔

عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا (۴۳) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا حالانکہ پہلے اس کی ضرورت نہ تھی۔ علیحدگی کے بعد قواعدِ عدالت مقرر کئے، قاضیوں کے انتخاب کے طریقے وضع کئے اور ان کو خاص خاص ہدایتیں دیں۔

ابوموسیٰ اشعری گورنر کے فرمان میں صیغۂ عدالت کے یہ اصول درج ہیں:

فان القضاء فریضة محکمة وسنة	قضاء ایک محکم فریضہ اور سنت متبوعہ ہے اُس معاملہ کو خوب
متبعة فافهم اذا ادلی الیك فانه	سمجھو جس کے لئے تمہاری طرف رجوع کیا جائے کسی ایسے حق کا

---

[1] و [2] فتوح البلدان نقل دیوان الرومیہ ص۲۰۸ و نقل دیوان الفارسیہ ص۳۰۸۔ [3] الخطط للمقریزی ص۱۲۳

[4] الاعتصام للشاطبی ج۲ الفرق بین البدع والمصالح ص۳۰۲

لا ينفعه تكلم بحق لا نفاذ له آس بين
الناس في مجلسك وفي وجهك وفي
قضاءك حتى لا يطمع شريف في
حيفك ولا ييأس ضعيف من عدلك
البينة على المدّعي واليمين على من
انكر والصلح جائز بين المسلمين الا
صلحاً احل حراماً او حرم حلالاً ومن
ادّعى حقا غائبا او بينة فاضرب
له امدا ينتهي اليه فان بينه
اعطيته بحقه وان اعجزه ذلك
استحللت عليه القضية فان
ذلك هو ابلغ في العذر واجلى
للعماء ولا يمنعك قضاء قضيت
فيه اليوم فراجعت فيه رأيك
فهديت فيه لرشدك ان تراجع
فيه الحق فان الحق قديم لا يبطله
شئ ومراجعة الحق خير من التمادي
في الباطل والمسلمون عدول بعضهم
على بعض الا مجربا عليه شهادة
الزور او مجلودا في حد او ظنينا
في ولاء او قرابة فان الله تعالى

تکلم نفع نہیں دیتا ہے جس کے لئے نفاذ نہ ہو اپنی
مجلس اپنے حضور اور اپنے فیصلہ میں لوگوں کو برابر رکھو
تاکہ طاقتور تم سے بے انصافی کی توقع نہ رکھے اور کمزور
تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو۔ مدعی پر بار ثبوت
ہے اور منکر پر قسم ہے۔ صلح بین المسلمین جائز ہے۔
بشرطیکہ وہ کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کرے۔
جو شخص کسی غائب حق کا دعویٰ کرے یا غائب
گواہ کا نام لے تو اس کو مہلت دو تاکہ اس
تک پہونچ سکے۔ اگر موجود کردے تو اس کے
حق میں فیصلہ کردو اور اگر عاجز رہے تو اس کے
خلاف ڈگری دیدو۔ یہ بات عذرداری میں زیادہ
بلیغ اور تاریکی کو زیادہ دور کرنے والی ہے۔
اگر تم نے آج کوئی فیصلہ کیا پھر حق واضح ہوگیا تو
اس میں اپنی رائے سے رجوع کرنے اور نظر ثانی
کرنے کا تمہیں اختیار ہے۔ کیونکہ حق قدیم ہے۔
جس کو کوئی شی باطل نہیں کرسکتی ہے اور باطل
میں پھنسنے سے حق بات کی طرف رجوع کرنا زیادہ
بہتر ہے۔ مسلمان ثقہ ہیں ان میں بعض کی
شہادت بعض کے لئے مقبول ہے۔ البتہ جن پر
حد لگی ہو یا جھوٹی شہادت کے مجرم ہوں یا ولاء و
وراثت میں متہم ہوں وہ مستثنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے

تولّی من العباد السرائر وستر
علیھم الحدود الا بالبینات
والایمان ثم الفھم الفھم فیما ادلی
الیك مما ورد علیك فما لیس فی
قرآن ولا سنة ثم قاس الامور
عند ذلك واعرف الامثال
ثم اعمد فیما تری الی احبھا
الی الله واشبھھا بالحق وایاك
والغضب والقلق والضجر
والتاذی بالناس والتنکر عند
الخصومة او الخصوم فان القضاء
فی مواطن الحق مما یوجب الله
به الاجر ویحسن به الذکر فمن
خلصت نیته فی الحق ولو علی
نفسه کفاہ الله ما بینه وبین
الناس ومن تزین بما لیس فی
نفسه شانه الله فان الله تعالیٰ
لا یقبل من العباد الا ما کان
خالصا فما ظنك بثواب عند الله
فی عاجل رزقه وخزائن رحمته
والسلام علیك ورحمة الله۔[1]

خفیہ باتوں سے اعراض کیا ہے اور حدود سے
پردہ پوشی کی ہے اگر گواہ قائم ہوں تو علیحدہ
بات ہے تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ معاملات میں
انتہائی سمجھ بوجھ سے کام لو بالخصوص وہ معاملات
جن کی قرآن و سنت میں صراحت نہیں ہے
ایسی صورتوں میں امثال و نظائر کو تلاش کرو
اور غور و فکر کے بعد ان پر قیاس کرو پھر تمہاری
رائے میں جو بات اللہ کو زیادہ محبوب اور حق
کے زیادہ مشابہ ہو اس پر اعتماد کرو۔ غصہ
ڈانٹ ڈپٹ اضطراب لوگوں کی ایذا رسانی
اور عدالت کے وقت لعنت ملامت سے
پرہیز کرو۔ حق کے مواقع پر ٹھیک فیصلہ سے
اللہ کے نزدیک اجر اور ذکر خیر کے مستحق ہوگے۔
حق کے معاملہ میں جس کی نیت خالص ہوئی اگر
اس کے خلاف کوئی بات پیش آئی تو اللہ اسکی
مدد کرتا ہے اور جو شخص کسی ایسی بات سے
اپنے کو مزین کرتا ہے جو اس کے اندر نہیں ہے
تو اللہ اس کو عیب دار کر دیتا ہے اللہ اپنے
بندوں سے خلوص ہی کو قبول کرتا ہے۔
خلوص پر دنیوی اور اخروی زندگی میں اللہ کے
پاس جو اجر و رحمت کے خزانے ہیں اس کے کیا کہنے؟

[1] اعلام الموقعین ج ۱ رسالۃ عمر الی ابی موسیٰ ص ۹۹

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح سے فرمایا:

ان اقض بما استبان لك من قضاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم تعلم كل اقضية رسول الله فاقض بما استبان لك من ائمة المهتدين فان لم تعلم كل ما قضيت به ائمة المهتدين فاجتهد رايك واستشر اهل العلم والصلاح [1]

جو بات رسول اللہؐ کے فیصلہ سے ظاہر ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو اگر رسول اللہؐ کے تمام فیصلوں کا علم نہ ہو تو ائمہ مہتدین کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر ان کے بھی تمام فیصلوں کا علم نہ ہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اہل علم و صلاح سے مشورہ کرو۔

ایک اور موقع پر قاضی شریح کو لکھا:

اذا حضرك امر لابد منه فانظر ما فی كتاب الله فاقض به فان لم يكن ففيما قضى به رسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم يكن فانت بالخيار فان شئت ان تجتهد رأيك فاجتهد رأيك وان شئت ان تؤامرني ولا ارى مؤامرتك اياى الا خيرا والسلام [2]

جب کوئی ناگزیر معاملہ درپیش ہو تو کتاب اللہ میں دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہؐ کے فیصلوں کو دیکھو اگر اس میں بھی نہ ملے تو تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اگر چاہو تو مجھ سے مشورہ کرو اور مشورہ کرنے میں خیر ہی خیر ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے خطوط و ہدایات میں صحتِ فہم و حسنِ نیت پر کافی زور دیا ہے گویا یہ دو بنیادی ستون ہیں جن پر عدلیہ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

صحة الفهم نور يقذفه الله فی قلب العبد يميز به بين الصحيح والفاسد

صحتِ فہم ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ڈالتا ہے اور جس کے ذریعے صحیح و فاسد

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ من الرأی المحمود الذی تواطأت علیہ الامۃ ص ۹۶ [2] ایضاً

والحق والباطل والهدی والضلال حق و باطل ہدایت وضلالت اور رشد و گمراہی
والغی والرشاد[1] میں تمیز ہوتی ہے۔

حسنِ نیت کے سلسلہ میں یہ واقعہ عبرت و بصیرت کے لئے کافی ہے:

"بنی اسرائیل کے ایک مشہور قاضی عادل نے وصیت کی کہ دفن کرنے کے ایک عرصہ کے بعد لاش قبر سے نکال کر دیکھی جائے کہ اس میں کچھ تغیر ہوا ہے یا نہیں کیوں کہ میں نے کسی فیصلہ میں ظلم و زیادتی کی ہے اور نہ کسی کی حق تلفی کی ہے۔ سوائے اس کے کہ ایک مقدمہ میں میرا دوست فریق بن کر آیا تو اس کی بات سننے میں اپنے کان کو زیادہ متوجہ کیا ہے۔ حسب وصیت ایک عرصہ کے بعد جب لاش دیکھی گئی تو صرف کان کو مٹی نے کھا لیا تھا اور پورا جسم صحیح و سالم تھا"[2]

صحابۂ کرامؓ کے فیصلوں میں یہی دونوں نمایاں ہیں جن کی بناء پر ان کی عدالت ضرب المثل ہے۔

توسیعی پروگرام کے لئے مستقل مجلس قائم کی

(۴۴) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کو چلانے کے لئے مستقل مجلس قائم کر رکھی تھی جس کے ارکان میں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت معاذؓ بن جبل حضرت ابیؓ بن کعب حضرت زیدؓ بن ثابت وغیرہ اکابر شامل تھے۔[3]

اس کے علاوہ ایک اور مجلس تھی جو اکابر مہاجرین پر مشتمل تھی اور اس میں روزانہ انتظامات و ضروری معاملات پر گفتگو ہوتی تھی۔

کان للمهاجرين مجلس فی المسجد فکان عمر يجلس معهم ويحدثهم عما ينتهی اليه من امر الآفاق[4] مسجد میں مہاجرین کی ایک مجلس تھی حضرت عمرؓ ان کے ساتھ بیٹھتے اور مملکت کی خبروں سے مطلع کر کے ان سے گفتگو کرتے تھے۔

نو پیدا شدہ مسائل جن میں مشورہ اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ان کا نام "صوافی الامر" رکھا تھا[5]

(۴۵) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے قاضیوں کی زیادہ تنخواہیں مقرر کیں تاکہ باہر کی آمدنی کی صرورت

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ فصل النوع الرابع من الرای المحمود ص ۷۱۔ [2] حوالۂ بالا ص ۱۰۳۔ [3] کنز العمال ج ۳ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ من قسم الافعال ص ۱۳۴۔ [4] فتوح البلدان۔ [5] اعلام الموقعین ج ۱ من الرای المحمود ص ۵۸۔

نہ رہے اور حالات کی رعایت سے یہ قانون مقرر کیا کہ قاضی دولتمند اور معزز شخص ہی کو بنایا جا سکتا ہے کیوں کہ دولتمند سے رشوت نہ لینے کی زیادہ توقع تھی اور معزز سے مرعوب نہ ہونے کی زیادہ امید تھی [1]

معلموں اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں (۴۶) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت معلموں اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں حالانکہ اس سے پہلے ثبوت نہیں ملتا ہے :

ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان کانا	حضرت عمرؓ و عثمانؓ دونوں اماموں،
یرزقان المؤذنین والائمۃ والمعلمین	مؤذنوں، معلموں اور قاضیوں کو تنخواہیں
والقضاۃ۔ [2]	دیتے تھے۔

قرآن کی تعلیم پر وظیفہ مقرر کیا (۴۷) قرآن حکیم کی تعلیم پر لوگوں کے وظیفے مقرر کئے اور امرائے لشکر کو لکھ بھیجا کہ :

ان ارفعوا الیّ کل من حمل القرآن	جن کو قرآن یاد ہو ان کو میرے پاس بھیجو تاکہ وظیفہ
حتی الحقھم فی الشرف من العطاء	پانے والے معززین میں ان کو شامل کروں اور
وارسلھم فی الآفاق یعلمون الناس [3]	تعلیم قرآن کے لئے اطراف میں ان کو بھیجوں۔

جبری تعلیم کا حکم دیا (۴۸) بدوؤں کے لئے جبری تعلیم کا حکم دیا چنانچہ ابوسفیان نامی ایک شخص کو متعین کیا کہ قبائل میں پھر کر لوگوں کو تعلیم پر مجبور کرے اور جس کو قرآن حکیم کا کوئی حصہ یاد نہ ہو اس کو سزا دے۔

"آغانی" میں ہے :

بعث عمر بن الخطاب رجلا من قریش	حضرت عمرؓ نے قریش کے ایک آدمی ابوسفیان
یقال لہ ابوسفیان یستقریٔ اھل	نامی کو اہل بادیہ کی طرف روانہ کیا کہ وہ ان سے
البادیۃ فمن لم یقرأ شیئا من	قرآن پڑھنے کا مطالبہ کرے جس نے قرآن
القرآن عاقبہ [4]	بالکل نہ پڑھا ہو اس کو سزا دے۔

---

[1] اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف از الفاروق۔ [2] تاریخ عمرؓ للعلامۃ ابن الجوزی الباب التاسع والثلاثون ص ۱۰۹

[3] کنز العمال ج ۱ فی فضائل القرآن۔ [4] کتاب الآغانی ج ۱۶ اخبار زید الخیل ونسبہ ص ۵۸

عورتوں کی تراویح کے لئے الگ قاری مقرر کیا | (۴۹) حضرت عمرؓ نے تبلیغی پروگرام کے تحت عورتوں کی تراویح کے لئے علیحدہ قاری مقرر کیا جس طرح مردوں کے لئے مقرر کیا تھا:

ھو اول من جمع الناس علی قیام رمضان	حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو
وکتب به الی البلدان وجعل بالمدینة	قیام رمضان پر جمع کیا اور مختلف شہروں میں
قارئین قارئاً یصلی بالرجال وقارئاً	لکھ بھیجا مدینہ میں دو قاری مقرر کئے۔ ایک مردوں
یصلی بالنساء[1]	کو نماز پڑھاتا تھا اور دوسرا عورتوں کو پڑھاتا تھا۔

سن ہجری مقرر کیا | (۵۰) حضرت عمرؓ نے سن ہجری مقرر کی حالانکہ اس سے پہلے مہینوں سے تاریخ لکھنے کا رواج تو تھا مگر سن سے نہ تھا:

استشار عمرؓ فی التاریخ فاجمعوا	حضرت عمرؓ نے تاریخ کے بارے میں مشورہ کیا
علی الھجرة[2]	لوگوں نے ہجرت پر اتفاق کیا۔

وارد وصادر کے لئے مال گودام بنایا | (۵۱) حضرت عمرؓ نے وارد وصادر کے انتظام کے لئے مال گودام بنایا جس میں ضرورت کی مختلف چیزوں کا اہتمام تھا صرف وعظ وتلقین پر اکتفاء نہیں کیا:

فجعل فیھا الدقیق والسویق والتمر	مال گودام میں آٹا۔ ستو۔ کھجور۔ کشمش اور
والزبیب وما یحتاج الیه یعین به	دوسری ضرورت کی چیزیں تھیں جن کے ذریعے
المنقطع به والضیف[3]	مسافروں اور مہمانوں کی مدد کی جاتی تھی۔ (باقی)

[1] تاریخ عمر بن الخطاب لابن الجوزی الباب الثلاثون ص۵۸ وطبقات ابن سعد ج۳ ذکر استخلاف عمر ص۲۸۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص۵۸ [3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص۲۸۳

کتابت حدیث

مؤلفہ: مولانا سید منت اللہ شاہ صاحب رحمانی (سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر)

حدیثوں کی ترتیب وتدوین کی تاریخ پر ایک جامع مقالہ: قیمت: ۱/۲۵

مکتبۂ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶